

علم جرح و تعدیل میں ابن عبد البر کا منہج: تجزیہ و بیان

Methodology of Ibn Abd al-Barr in 'Ilm ul-Jarḥ-e-wa-Ta'dīl: Analysis and Description
DOI: 10.5281/zenodo.8021547



*Dr. Yasir Farooq

Abstract

The principles that the Muḥaddithīn set up to examine the circumstances of the narrators and rule on them are called 'Ilm al-Jarḥ wal-T'adīl. And 'Ilm al-Jarḥ wal-T'adīl is considered half of the knowledge of Ḥadīth, because it is a great knowledge whose accuracy, precision as well as breadth and coverage cannot be exemplified by any encyclopedia. In this article, Allama Ibn Abd al-Barr's method is being presented for the research of 'Adalah of narrators, Jahālah and their unanonymous identifications. Allama Ibn Abd al-Barr's style of research and reasoning is based on the Quran and Sunnah and following it is evidence. They do not accept anyone's ijtihād in comparison to the Quran and the Sunnah, Ijmā' and Qiyāe-Ṣaḥīḥ, no matter how great a religious scholar he may be. And whoever is related to the religion, yes, his method in refuting popular sayings is purely scholarly and fair. In his opinion, the absence of cross-examination or any other defect in the narrator does not prove the judgment of the narrator, and gender is also important in the process of memorization. In order to take ḥadīth from such a person, we believe in the necessary ijtihād. In this regard, this paper presents the best narrative analysis.

Keywords: Ḥadīth, 'Ilm al-Jarḥ wal-T'adīl, Allama Ibn Abd al-Barr, Ḥadīth Narrators, 'Adalah, Jahālah.

تعارف موضوع:

امت مسلمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ شریعت کے تمام علوم سند کے ذریعے سے اپنے قائل سے مربوط ہیں۔ یہ خصوصیت کسی اور امت میں نہیں پائی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کے علوم کی استنادی حیثیت کے بارے میں شکوک و شبہات باقی رہتے ہیں۔ سند ہی وہ ذریعہ ہے جس سے کسی بھی خبر یا واقعہ کی تصدیق کی جاسکتی ہے جس کے لیے علم جرح و تعدیل کی بنیاد رکھی گئی۔ اس علم میں امام ابن عبد البر نے راوی کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے کے جو قواعد مقرر کئے ہیں ان کا ذکر مقالہ ہذا میں مقصود ہے اور ان کے ہاں صحت و سقم کا پیمانہ اور معیار کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکے کہ امام ابن عبد البر کا شمار کس طبقہ میں ہوتا ہے یعنی معتدل، متساہل یا متشدد؟ محدثین نے راویوں کے حالات کی جانچ اور ان پر حکم لگانے کے لئے جو اصول مرتب کیے انہیں "علم الجرح والتعدیل" کہا جاتا ہے۔ اور "علم الجرح والتعدیل" کو علم الحدیث میں آدھا علم قرار دیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ ایک ایسا عظیم الشان علم ہے جس کی دقت، باریک بینی کے ساتھ ساتھ وسعت اور احاطہ کی مثال کوئی بھی انسائیکلو پیڈیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

*Lecturer, Department of Islamic Studies, Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan. yfarooq@gudgk.edu.pk

علم جرح و تعدیل کی تعریف درج ذیل ہے:

"یہ وہ علم ہے جس میں روایان حدیث کی مخصوص الفاظ کے ذریعے جرح و تعدیل بیان کی جاتی ہے اور ان الفاظ کے مراتب واضح کیے جاتے ہیں"¹

امام ابن عبد البر کا تعارف:

آپ کا مکمل نام ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری الاندلسی القرطبی المالکی تھا۔² اور آپ قرطبہ میں 368ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے شاگرد طاہر بن مفلح کا بیان ہے، میں نے شیخ کو یہ فرماتے سنا کہ میرے والد صاحب کی تحریر کے مطابق میں 368ھ ربیع الآخر کی 25 تاریخ کو جمعہ کے دن پیدا ہوا، جب امام خطبہ دے رہا تھا۔³ امام صاحب کا تعلق ایک علمی خانوادے سے تھا، آپ کے والد گرامی عبد اللہ اور جد امجد محمد دونوں ہی وقت کے علماء میں شمار ہوتے تھے، اسی لیے صغر سنی میں ہی طلب علم کی طرف متوجہ ہو گئے، کبار علماء سے کسب فیض کیا، گو اندلس سے باہر نہیں گئے، لیکن قرطبہ وغیرہ میں آنے والے اکابرین اہل حدیث سے خوب خوب استفادہ کیا۔⁴ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"آپ نے تقریباً 380 میں جبکہ حافظ بغدادی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، علم حدیث حاصل کرنا شروع کر دیا تھا"

ابھی آپ صغر سنی میں ہی تھے کہ پہلے والد گرامی اور پھر دادا جان وفات پا گئے، اس لیے محسوس یہی ہوتا ہے کہ ان دونوں سے باقاعدہ درس نہیں لے سکے، البتہ وقت کے کبار علماء کرام آپ کے اساتذہ کرام میں شمار کیے جاتے ہیں، جیسا کہ ابو الولید ابن الفرزی م 403ھ، ابو القاسم ابن الدباغ م 430ھ، ابو عمر الطلمسکی م 429ھ، اور ابو الید الباجی م 476ھ وغیرہم۔⁵ آپ کے تلامذہ میں بھی ابن حزم م 456ھ، ابو عبد اللہ الحمیدی م 473ھ، ابو علی الغسانی م 498ھ جیسے جلیل القدر نام شامل ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصنیفات و تالیفات کی لمبی چوڑی فہرست ہے، جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں، موطا کی شرح التہید، الاستذکار لمذہب علماء الأمصار، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، علم کی فضیلت و اہمیت میں جامع بیان العلم و فضلہ، الإنباء عن قبائل الرواة اور الانتقاء لمذہب الثلاخۃ العلماء۔

علم جرح و تعدیل میں ابن عبد البر کا منہج:

ذیل میں علامہ ابن عبد البر کا روایت میں عدالت کی تحقیق کے لیے منہج پیش کیا جا رہا ہے؛

ابن عبد البر کا عدالت کے بارے میں موقف:

راوی کی عدالت کے بارے میں ابن عبد البر کی رائے امام شافعی اور ابن حبان کی رائے کے قریب تر ہے اور جو ذکر کیا گیا کہ اُس یعنی راوی میں سلامتی کا اعتبار کیا جائے کہ اُسکی اچھائیاں اُس کی برائیوں پر غالب ہوں تو ایسے شخص کو عادل راوی تصور کیا جائے گا۔ جس طرح ہم نے دیکھا کہ اتہام یعنی بدعات کو قبول کرنے میں بہت سخت ہو یعنی جو بعض روایت ہوتا ہے کذب وغیرہ میں پس ایسا شخص جس

میں اتہام ہو تو ایسا شخص صحت عدالت کو نہیں پہنچے گا مگر یہ کہ اُس کی عدالت کے اوصاف واضح ہوں اور اُن میں کوئی غموض وغیرہ نہ ہو۔ ابن عبد البر نے فرمایا کہ جو شخص اِرادہ کرتا ہے کہ ثقہ، اثبات علماء کا قول قبول کرے بعض میں سے کچھ کا تو وہ قول قبول کرے جو ہم نے ذکر کیا ہے صحابہ کے بعض اقوال میں سے اگر وہ ایسا کرتا ہے یعنی بعض صحابہ کا قول قبول کرے اور بعض کا چھوڑ دے تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔ اور کھلے گھاٹے میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو ہرگز ایسا نہ کرے کیونکہ بے شک اللہ نے سب کو ہدایت دی ہے اور جس کی طرف ہدایت الہام کی ہے تو وہ اُس پر ٹھہرا ہے جو شرائط ہم نے ذکر کی ہیں کہ جس شخص کی صحت عدالت نہ ہو اُس کا قول قبول نہ کرے اور اسی شخص کا قول قبول کیا جائے گا جسکی عدالت ٹھیک ہو اور اُس پر علم کی عنایت ہو کبائر سے مجتنب ہو۔ مروت اور تعاون کو لازم پکڑے اور اُسکی خیر اُس کے شر پر غالب ہو۔ لیکن ایسے شخص کا کوئی قول قابل قبول نہیں ہے جس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے یہی حق ہے روایت کو قبول کرنے میں اس کے علاوہ اللہ عزوجل کی مشیت کے ساتھ کچھ صحیح نہیں ہے۔⁶

اُن کے پاس ذکر کیا ابن عباس کے مولیٰ نے اور اُس شخص نے بھی جس نے اُس سے روایت کی ہے کہ بے شک انہوں نے رمی کیا جھوٹ اور حروریت والے شخص کو۔ ابو عبد اللہ مروزی کہتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی عدالت روایت اہل علم کے نزدیک پختہ ہو جائے اور وہ اُس سے حدیث بھی لیتے ہوں تو ایسے شخص کے لینے کسی جارج جرح کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے یہاں تک کہ اُس کی جہالت عدل کا کوئی امر ثابت نہ ہو۔ لیکن لوگوں کے اقوال کہ فلاں کذاب ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی کوئی جرح نہیں ہے یہاں تک کہ جو اُس نے کیا اُسکی وضاحت ہو جائے۔ اُن کے پاس ابن عباس کے مولیٰ مکرّم نے ذکر کیا ہے اور اُس شخص کا بھی جس نے اُن سے روایت کی اور اُس شخص کی عدالت پہ بھی ذکر کیا ہے۔ ابو عبد اللہ المروزی کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کی عدالت اہل علم کے نزدیک اُس کی روایت سے ثابت ہو جائے۔ اُس شخص کے بارے میں کسی جارج کی جرح کو قبول نہیں کیا جائے گا جب تک اُس میں کوئی ایسا امر نہ پایا جائے جس سے اُس پر جرح کرنا لازم آتا ہو۔ لیکن قول اہل علم کا کہ فلاں کذاب ہے ایسا قول جس سے جرح ثابت نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ اُس سے صاف ظاہر ہو جائے جو وہ کہہ رہا ہے۔⁷ پھر اس کے بعد ابی عبد اللہ کا یہی قول لایا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

فقہاء اور ائمہ محدثین کی ایک جماعت جو فقہ میں بصارت رکھتے ہیں اُس کے نزدیک اس قول میں نظر یعنی شمیہ ہے وہ نظریہ ہے کہ ابن معین اور ان جیسے دوسرے لوگ جو علم میں مشہور ہیں اور لوگوں کے درمیان جانے بھی جاتے ہیں اور عدالت کے اعتبار سے بھی ٹھیک ہیں لیکن اگر کوئی ایسی وجہ ظاہر ہو جائے جو جرح کا سبب بنتا ہو اور عدالت کی شہادت اور فہم میں عدل ہو۔⁸

علاء بن عبد الرحمن کے ترجمہ میں کہا ہے کہ ابن معین کے قول میں کوئی چیز نہیں احمد بن زہیر کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن عبد الرحمن سے حدیث لینے سے لوگ بچتے تھے ابو عمر کہتے ہیں بہت۔ شعری لوگ ان کی حدیث سے اتقاء کرتے تھے اور ان سے کثیر ائمہ اجلتہ اور ان کے علاوہ جماعت کثیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔⁹ اور ان سے روایت کرنے والوں میں مالک، شعبہ، ثوری اور ابن عیینہ شامل ہیں اور آگے کہتے ہیں محمد بن حسین ازدی موصلی نے گمان کیا ہے کہ ابو بکر بن اویس

نے سیلمان بن بلال سے حدیث لی ہے ابو عمر کہتے ہیں یہ تحامل میں سے ہے اور ظن والے قول پر کذب کا احتمال ہی کیا جائے گا۔¹⁰ ابن عبد البر متخرج کثیر ہیں اس مجال میں اور ان کی بحث عنقریب آجائے گی جس میں ایسے کثیر تہمت کی وجہ سے رد کیا گیا ہے عدم ثبوت اور تاویلوں کی وجہ سے بھی اسی لئے عدالت راوی پر تہمت کی نفی کی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس منہج کو علامہ ابن عبد البر نے اور ان کے علاوہ ناقدین نے اختیار کیا ہے اس بارے میں کتب رجال کے مطالعہ سے یہ مباحث واضح ہوتی ہیں جو راوی کی صحت عدالت اور اس کی علمی پہچان کے متعلق ہیں پس وہ شخص جس کی اچھائی اُس کی برائیوں پر غالب ہو جس طرح سے علامہ ابن عبد البر نے تعبیر کیا ہے اور ابن حبان کے نزدیک یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت کے اکثر احوال اُس کی عدالت کی علامت ہو تو اُس شخص کے بارے میں کسی جارح کا قول قبول نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ کوئی واضح اور بین ثبوت اُس کی عدالت کے خلاف مل جائے جس ثبوت میں رد اور تاویل کا احتمال نہ ہو۔ علامہ کہتے ہیں میں نے ابی عمر کا کوئی مختص طریقہ ایسا نہیں دیکھا ہے کہ جس میں صحت عدالت اور صحت نسب اختیار کیا گیا یعنی تو ہم سے سوائے اس کے کہ جو عدالت کا مفہوم اُن پہ واضح ہوتا ہے وہ بھی یہی ہے کہ راوی کی اچھائیاں اُس کی برائیوں پر غالب ہوں اور اُس کے نقاص اُس کی فضیلت کی وجہ سے رفع ہو جائیں اسی کی صریحاً وضاحت کی گئی ہے۔ عملی طور پر ابن حبان، احمد بن صالح المصری کے ترجمہ میں صفات کبر کا ذکر کرتے ہیں۔ اور محدث احمد حدیث کی معرفت حفظ حدیث تاریخ اور اسباب محدثین مصری احمد بن حنبل عراقی مثل ہی ہیں اور صحت عدالت اور کثیر رعایت سنن، اختیار، اور ان میں تفقہ یہی ہے کہ نہ جرح کی جائے جس میں عدالت صحت کے اوصاف پائے جائیں اور ایسا شخص جو لوگوں میں پائے جانے والے عیوب سے عاری ہو یا اُس کی کوئی ایسی بات نہ ہو جس کی وجہ سے اُس پر کوئی عیب لگا جائے۔ تو ایسے راوی کی روایت کو قبول کیا جائے گا اور یہی ذکر امام سبکی نے بھی کیا ہے کہ جارح کی جرح اُس راوی شخص کے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی جس کی اطاعت اُس کی معصیت پر غالب ہو۔ اُس کی تعریف اُس کی مذمت پر غالب ہو، اُس کی پاکیزگی اُس کے عیوب پر غالب ہو تو جس شخص میں یہ اوصاف ہوں تو اُس کے بارے میں عقل بھی گواہی دیتی ہے کہ اِس سے واقعہ کہ دلیل لینا کوئی حرج نہیں۔ ہاں یہ کہ اِس میں تعصب مذہبی کسی اعتبار سے نہ ہو۔¹¹

یہاں پر بعض ائمہ کے نزدیک ایک تیسرا نقطہ بھی ہے کہ جس کی صحت عدالت ہو اور اُس پہ نسب بھی افعال کے اعتبار سے واضح ہو تو کیا ایسا شخص قدوۃ اور اجتہاد کے مقام پر آسکتا ہے کہ نہیں۔ امام ذہبی اللیث بن سعد کے ترجمہ میں اور یحییٰ بن معین بھی کہ وہ شیوخ اور روایت کے سماع کے معاملہ میں تساهل کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ اگر بے شک بحث کا ذکر اُس کے بارے میں نہ ہوتا تو میں ہر گز اِس کو ذکر نہ کرتا کیونکہ اِس میں مالک اور سفیان کے کوئی قول نہیں ہے اور جس میں لیث تساہل کیا ہے تو پس یہ دلیل ہے اُس کے قدوہ ہونے پر۔¹²

اور ابن حجر، حسن بن صالح الہمدانی الثوری کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ اس کی مذکورہ مثل یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو جائے اُس کا ورع تام، حفظ اور اتقان بھی ثابت ہو جائے تو اُس پر کسی قسم کی قدر یعنی جرح نہیں کی جائے گی اور حسن بھی اسی سے

اتفاق کرتے ہیں اور وہ کسی بھی شرط کو ان میں سے خارج نہیں کرتے لیکن ترک جمعہ اس میں جملہ روایت ہے پر وہ کسی فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو۔ کیونکہ فاسق کی امامت صحیح نہیں ہے۔ اور یہی بات ہے جس سے حسن نے بھی اعتراف کیا ہے اور اگر صواب ادا کثرت رائے اس کے خلاف ہو تو وہ امام مجتہد ہے۔¹³

یہاں ایک قسم روایت میں ایسی بھی ہے جس کی عدالت ثابت نہ ہو ان کے بارے میں ابن عبد البر کا منہج ہے اس بارے میں جو میرے نزدیک رائے ہے کہ ایسے شخص پر ضعیف کا اعتبار نہ کیا جائے کا یہاں تک کہ وہ بعض منکر چیزوں کا قائل نہ ہو بلکہ ان کے معاملہ میں اختیار کیا جائے گا اور ان کی احادیث لینے میں توقف ہو گا۔ اُس بارے میں اجتہاد کا معاملہ مقرر کیا جائے گا اور فرمایا کہ ایسا شخص جس کی نہ تو امامت ثابت ہو نہ اُسکی عدالت جانی گئی ہو اور حفظ اور اتقان روایت کسی عدم صحت کے بارے میں تو اُس میں اہل علم کی رائے پر اتفاق کیا جائے گا اور اُس سے قبول روایت کے سلسلے میں اجتہاد کیا جائے گا۔¹⁴ اور داؤد بن خالد بن دینار کہتے ہیں کہ: ایسے شخص کی کسی نے جرح ذکر نہیں کی ہے اور نہ ہی ائمہ حدیث میں سے کسی نے کچھ نقل کیا ہے اور نہ انکار کیا ہو۔¹⁵

ابن حجر اُس بارے میں کہتے ہیں ان کے صدق کا اعتبار کیا جائے گا ایسے شخص سے صرف ایک حدیث لی گئی ہے، جس طرح ابن مدینی کہتے ہیں۔¹⁶

عبداللہ بن مول کہتے ہیں کہ ایسا شخص سور حفظ کا مرتکب ہونے کی وجہ اس کی روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے اور اگر ایسی کوئی خرابی نہ ہو جو اُس کی عدالت کو ساقط کرتی ہو تو ایسے شخص سے اجلہ علماء کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اُسکی صحت عدالت رفع نہ ہوگی اور اُس سے حدیث ساقط نہ ہونے کی وجہ میں ہی اضطراب ہے۔¹⁷ عبدالملک بن بدیل سے کہا گیا ہے کہ: اُس کا صنف اُس کے حالات کے ذکر سے ہے اور اُس سے جو بھی خبر آئے منکر ہوگی اسی لئے ابن عبد البر بھی کہتے ہیں کہ وہ مالک کی حدیث میں غریب اور غیر محفوظ ہے۔ عبدالملک بن بدیل کے نزدیک حمل علم کی وجہ سے اُس کی شہرت نہ ہوگی۔ اور نہ اُس کے بارے میں جرح کی کوئی بحث ملتی ہے تو واجب ہے کہ ایسے شخص کی روایت کو رد کر دیا جائے گا۔

خلاصہ کلام:

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عبد البر کے نزدیک عدالت قبول روایت کے سلسلے میں بنیادی امر ہے۔ اور ضبط بھی راوی سے قبول روایت میں بہت اہم ہے کہ دونوں امور ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ اور جرح یا کسی اور عیب کا نہ پایا جانا راوی کی عدالت کو ثابت نہیں کرتا ہے اور حفظ کے سلسلے میں صنف بھی ضروری ہے اس بارے میں ابن عبد البر مکمل طور پر ایسے شخص کی روایت کو ساقط نہیں کرتے ہیں بلکہ ایسے شخص سے حدیث لینے کے سلسلے میں حسب ضرورت اجتہاد پر انقاد کرتے ہیں۔

ضبط میں ابن عبد البر کا منہج:

ذیل میں علامہ ابن عبد البر کا روایت کے ضبط کی تحقیق کے لیے منہج پیش کیا جا رہا ہے؛

ابن عبد البر اور دیگر محدثین کے نزدیک ضبط میں فرق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ راویوں کے ضبط میں فرق ہوتا ہے۔ اس کی واضح دلیل نقاد کا عمل ہے۔ راویوں کی روایات کی تحقیق اکثر ان کے ضبط کے بنا پر کی جاتی ہے اور ان مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے جس میں اس کو وہم ہو یا ضبط متاثر ہو۔ احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف کا درجہ دینا دراصل راویوں کے ضبط کے کم اور زیادہ ہونے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی کتب بھی باقی کتب احادیث پر اس لیے مقدم ہیں کہ انھوں نے کمزور ضبط کے راوی کو لیا ہی نہیں یا صحیح ضبط والے راوی کو ضعیف ضبط والے راویوں پر مقدم کیا ہے۔ اسی طرح اسانید کے اندر بھی ہے۔ چاہے وہ ملکوں کے متعلق ہو یا شیوخ کے متعلق ہو۔ بعض روایات کو دوسری روایات پر مقدم کرنا بھی دراصل راویوں کے ضبط اور اتقان حافظے کی وجہ بنا پر ہوتا ہے۔ یہ ساری کی ساری دلیلیں راوی کے ضبط ہونے کی۔ ائمہ کرام نے جرح و تعدیل کے مراتب بیان کرنے میں، رواۃ کے فرق کرنے میں اور احادیث پر حکم لگانے میں ضبط کو ہی مد نظر رکھا ہے۔ ضبط کے مراتب، معنی کو واضح کرنے والے عوامل میں سب سے واضح ہے۔ نقد کرنے والوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راوی کی زندگی کے تمام مراحل کو دیکھا ہے۔ کہ کیا راوی کا ضبط ایک جیسا رہا ہے یا کبھی کبھار اس میں خلل ہوتا رہا ہے۔

ائمہ حدیث نے یہ بھی فرق کیا ہے کہ اس کا ایک شہر میں ضبط یہ تھا اور دوسرے شہر میں یہ ہو گیا ہے۔ ایک شیخ کے ہاں اس کا ضبط یہ تھا اور دوسرے شیخ کے ہاں اس کا ضبط یہ ہو گیا ہے حتیٰ کہ بڑھاپے، کمزوری، ڈر، نافرمانی، اور کتابوں کے جل جانے کا بھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی کتابوں کے ضیاع کا اعتبار کیا ہے۔ اسی طرح متصّب کے بدلنے پر جو نقص یا پختگی کا اثر پڑا ہے وہ بھی بیان کیا ہے۔ اور یہ ابن حزم کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ وہ ایک ہی راوی کے کمزور سے پختہ یا اس کے الٹ ہونے پر اثرات کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں جسکی حدیث کو ہم ٹھکرادیں اس کی کسی بھی دوسری روایت کو قبول نہیں کریں گے اور جس کی کوئی دلیل نہیں اس کی کوئی حدیث نہیں ٹھکرائیں گے۔¹⁸ اسی طرح امام ابن حزم راویوں کے درمیان فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی غلط کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں فلاں کی روایت اس کے قوی ہونے کی وجہ سے معتبر ہے فلاں کی روایت سے کیونکہ وہ کمزور ہے۔¹⁹

اس سے یہ پتہ چلا کہ راویوں کی بھی اقسام ہیں اور ضبط کے بھی درجات ہیں۔ اور ابن رجب کہتے ہیں یہ بات یاد کر لو کہ راوی کی مختلف اقسام ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن پر جھوٹ کا الزام ہے اور بعض وہ ہیں جن پر ان کے سوء حفظ²⁰ اور غافل ہونے کی وجہ سے احادیث غالب آگئی ہیں۔ اور یہ دونوں قسمیں متروک ہیں۔²¹ تیسری قسم یہ ہے کہ صادق اور حافظ راوی جن سے کبھی کبھار وہم صادر ہو جاتا ہے یہ بلا تفاق ثقات ہیں اور ان کی حدیث کو لیا جائے گا۔ اور چوتھی قسم کے راوی تو صادق اور حافظ ہیں لیکن ان کی احادیث میں وہم بہت زیادہ ہے۔ لیکن وہ ہم ان احادیث پر غالب نہیں۔ یہی وہ قسم ہے جس کا امام ترمذی نے ذکر کیا ہے اور یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ انھوں نے اس طبقے کی حدیث لینا چھوڑ دی تھی۔ لیکن ابن مبارک، ابن حدی وغیر اس طبقے کی حدیث لیتے تھے۔²² امام حاکم کہتے ہیں کہ:

احادیث نقل کرنے والے ائمہ نے حافظ، ثقہ، صادق اور متقین کے درمیان فرق کر دیا ہے اور جرح و تعدیل میں رسول اللہ

صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور لوگوں پر جھوٹ بولنے والے میں فرق کر دیا ہے۔ شیوخ سے ملتے وقت جھوٹ، اسی طرح وہ ہم، برحفاظہ اور متہم بالروایہ، متہم بالمدین اور صادق جو اکثر کو امین سے روایات کرتا ہے فرق کر دیا ہے²³۔

امام ذہبی نے فرمایا:

"عدالت کی شرط راوی میں گواہ کی طرح لگائی جاتی ہے۔ اور ثقہ راوی ضبط اور اتقان کی وجہ سے باقیوں سے

ممتاز ہوتا ہے"²⁴

حفاظ کے کچھ مراتب ہوتے ہیں۔ صحیح کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور ثقہ کے بھی مراتب ہوتے ہیں۔ پس جس نے تھوڑی بہت دخل اندازی کی وہ راوی نہیں اور وہ اس میں جرح کرنے والے کی طرح نہیں اور جس نے اسکے سوء حفظ کے بارے میں بات کی وہ اس کو ضعیف کہنے والے کی طرح نہیں ہے۔²⁵

ابن مہدی کی مشہور عبارت ہے جس کو ابن عبد البر وغیرہ نے ذکر کیا ہے جو کے ثقہ اور صدوق کے درمیان فرق ہے۔ جب ان سے خلدہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے؟ تو کہا وہ صدوق ہے مامون سے بہترین ہے ثقہ تو شعبہ اور سفیان ہے۔ لیکن ابن عبد البر کی وہ تعلیق جو انہوں نے ابن مہدی کے کلام پر کی ہے پتا چلتا ہے وہ اس بات سے متفق نہیں ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے کہا کہ ابو عمر نے کہا:

لفظوں کے اختیار میں اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور جو تاویلات ہیں وہ بھی خواہشات پر مبنی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عبد البر کے ہاں ثقہ اور صدوق میں فرق نہیں ہے۔ اور اس کا ابن سیرین پر اعتراض کرنا بلاوجہ ہے۔ ابو خلدہ نے اس پر ہی یہ الفاظ پڑھے تاکہ اس کو ترجمہ کرنے والے صراحتاً ثقہ ہی کہیں۔²⁶ اسی لیے امام سخاوی نے فرمایا:

"اس ضمن میں ابن عبد البرؒ کی بات ابن مہدیؒ کے کلام کو دھوکہ نہیں دیتی لامعنی لہ منہ اختیار للفظ تو پتا چلا کہ ابو خلدہ ان کے ہاں ثقہ ہے جس طرح امام ترمذی نے اس کی تشریح کی ہے۔ انہوں نے کہا یہ تمام محدثین کے ہاں ثقہ ہیں۔ اور اسکے مشار الیہ استدلال کو منع نہیں کرتا"²⁷

گویا امام سخاوی نے تسلیم کیا ہے ابن عبد البرؒ کے اعتراض کو اور ساتھ ہی ابن مہدی کے کلام کو بھی درست مانا ہے۔ جو دو کلموں میں استدلال کے وقت ہے۔ ثقہ اور صدوق اگرچہ یہ مطلق توثیق میں مشترک ہیں؛

ابن عبد البرؒ جب اس جیسی تفریق کی نفی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حفظ اور اتقان کے اعتبار سے ثقات کے مراتب میں فرق کرتے ہیں۔ ان کی کتاب ان تطبیقات سے بھری ہوئی ہے جو تفریق پر دلالت کرتی ہیں۔ انہی چیزوں میں سے ان کا قول ابی اسحاق کے ترجمے میں ہے کہ ابی اسحاق سے بڑے بڑے روایت کرتے ہیں جیسا کہ قتادہ، اعمش، سلیمان التیمی، منصور بن معتمر اور شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور ان کے علاوہ زہیر بن معاویہ اور ناہرہ اور ان کے علاوہ جریر، ابو عوانہ، ابو بکر بن عیاش وغیرہ۔²⁸

ابو عمر کے تعدیل کے الفاظ پر غور و فکر کرنے سے ہمیں اس حقیقت کی تائید ملتی ہے یعنی ان کے اقوال میں سے ہے کہ زہری اور عمرو بن زبیر کا حفظ و اتقان میں مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ امام مالک اور دوسروں سے مروی ہے کہ بحیثیت حفظ اور اتقان میں حدیث میں مخالفت کرنے والے کا ان سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یحییٰ بن سعید القطان سے مروی ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے حفظ، اتقان اور امامت میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ داؤد بن عامر کے بارے میں ہے کہ وہ ثقہ ہے لیکن ابن شہاب، ابن المنکدر، عمرو بن دینار سے نہیں مل سکتا یعنی ان کے مقابل نہیں ہے۔ اور اسی طرح کہا اسحاق بن راشد کے بارے میں کہ اگرچہ وہ ثقہ ہے لیکن معمر، مالک، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید کے مقابلے میں اس کی طرف نہیں جھکا جاسکتا۔ ابن شہاب، عمرو بن دینار، ابن المنکدر کے بارے میں ہے کہ حفظ و اتقان میں ان کی مثال نہیں ہے۔ جس طرح ابن عبد البر نے راویوں کے درمیان تفصیل کے اسلوب بیان کئے ہیں تو بعض راویوں کی فضیلت کو توثیق کے مختلف الفاظ سے بیان کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں فلاں فلاں سے زیادہ ثابت ہے یا زیادہ حافظ ہے۔ مثال کے طور پر سفیان بن عیینہ زیادہ ثابت اور زیادہ حافظ ہے عبد العزیز بن ابی داؤد سے، اور عبد اللہ بن عمر زیادہ ثابت ہے، شمیم سے، اور محمد بن عقبہ زیادہ ثابت ہے اپنے بھائی موسیٰ سے اور اس کے علاوہ بھی کئی مثالیں موجود ہیں جو اس فکر کی ترجمانی کرتی ہیں۔

ابن عبد البر کے ہاں راوی کے ضبط کے عناصر:

ابن عبد البر اس بات پر ناقدین کے ساتھ متفق ہیں کہ بلند درجہ جو ثقہ راوی کے لئے ضروری ہے کہ عدالت اور ضبط کی شرط کے ساتھ اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔ پھر اس کو طریقہ اور حکم سمجھا جائے گا اللہ کے دین میں جس طرح کے باقی شروط میں بھی اتقان کرتے ہیں جو کہ وہ پوری کی پوری راوی میں پائی جاتیں ہیں تاکہ ادا کے وقت اس کا ضبط مکمل ہو۔ عین ممکن ہے کہ اس کے چھپے عناصر بنائے جائیں:

- حافظ اپنے حفظ سے بیان کرے
- اپنی کتابت میں ضابطہ ہو کتاب سے بیان کرے
- معنی کا گھیراؤ کرنے والی چیزوں کو جاننے والا ہو
- بیدار مغز ہو غافل اور سست نہ ہو
- حدیث بالحر و ف بیان کرے اگرچہ وہ اہل علم معرفہ میں نہ ہو۔ اگر اہل فہم میں ہے تو جائز ہے۔ کہ وہ حدیث بمعنی بیان کر دے اس کے باوجود تمام کے یاں حدیث کی ادائیگی مستحب ہے
- تدلیس سے بچا ہوا ہو

ابو عمر بھی یہی کہتے ہیں کہ حدیث اور فقہ کے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس محدث کی حدیث قبول کی جائے گی اور اس کی حدیث دلیل بنے گی اور دین میں اس کو طریقہ اور حکم بنایا جائے گا جو حفاظ ہو، اپنے حافظے سے بیان کرے، معنی کے اود گرد کو جاننے والا ہو، کتاب پر پختہ ہو، ہر چیز کو صحیح بیان کرے، ہوشیار ہو غافل نہ ہو، یہ تمام کے تمام انکے لیے مستحب ہے کہ حدیث بالحر و ف بیان

کریں۔ کیونکہ وہ سلامتی والے ہیں۔ اگر اہل علم از معرفہ سے ہے تو جائز ہے کہ حدیث بالمعنی بیان کرے۔ اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں اور اس کے علاوہ دین میں ثقہ ہو، گو اہی دینے والا ہو۔ جب ایسا ہوگا تو تدلیس میں پاک ہوگا۔²⁹

اس سے معلوم ہوا کہ یہ متفق علیہ قضیہ ہے جس طرح ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ تمام شرائط یا ان میں سے اکثر جو مصطلح³⁰ کی کتابوں میں موجود ہے جس طرح واضح ہے کہ جس نے سب سے پہلے اشارہ کیا وہ امام شافعی ہے جنہوں نے الرسالہ کے اندر یہ بات لکھی۔ اس کے علاوہ عناصر میں سے ایک عنصر ایسا ہے جس میں اختلاف³¹ ہے اور اس کو ابن حبان نے فقہ الراوی کے نام سے ظاہر کیا ہے اور ابن عبد البر نے الفہم المعرفی کے نام واضح کیا ہے۔ اگرچہ ابو عمر نے اس کی شرط لگانے میں تسہل اختیار کیا ہے۔ اور مشکل کے وقت حدیث کے الفاظ کو ہی لینا کافی سمجھا ہے۔ اور ابن کثیر نے اشارہ کیا ہے کہ فقہ الراوی کی شرط کا نہ ہونا اسی پر سب کا چلنا ہے۔³²

دوسری جگہ ابن عبد البر نے حروف حدیث کو ہی لانے کا جائز ذکر کیا ہے اور استدلال کیا ہے مقید نہ ہونے کا ابن شہاب کی حدیث کے ساتھ تعلق ہے۔ اور ان کے ساتھیوں کے اختلاف کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو یہ سند ابن عمر یا اس کے نیچے والے راوی کی وجہ سے ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی احادیث کے الفاظ ان کے رتبے کے مطابق لانا۔ اور میرا خیال ہے ابن عمر کا ورع ہے۔ اور اسی پر علماء نے کہا ہے کہ حدیث بالمعنی کو بیان کرنا الفاظ کے علاوہ ہر معنی جانتے ہیں۔ بذریعہ نص منقول ہے اس میں سے ایک جماعت اور ان سے جنہوں نے ابن شہاب کی حدیث پر غور و فکر کیا ہے اور اس کی مثل۔ اور اس کے اصحاب کا ان پر اختلاف کرنا حدیثوں کے ستون ہیں کہ ان کا یہی نظریہ ہے جو ہم نے کہا۔³³

جس طرح ابن عبد البر نے ضبط راوی کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

• ظاہری والمتعلق باللغۃ

• الباطنی والمتعلق بالفقہ

اسی تقسیم کی متعلق ابن الاثیر نے اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح دو اور قسمیں بھی ضبط کی بیان کیں ہیں:

• ضبط الصدر

• ضبط الکتاب

اور یہ وہ مسئلہ ہے جس کو بعض راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ ابن معمر بن راشد سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

ابن شہاب سے روایت کرنے میں اور بہترین نقل کرنے میں وہ ہیں جنہوں نے ان سے یمن میں ان کی کتابوں سے نقل کیا ہے کیونکہ عراق میں ان کے حفظ میں احادیث بیان کرنے میں غلطیاں واقع ہو گئیں تھیں۔³⁴

اور عبد اللہ بن لہیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہوں نے ان سے ان کی کتابیں جلنے کے بعد سنا ہے کہ وہ اپنے حافظے سے لکھواتے تھے اور غلطی کرتے تھے

اور اختلاط کر جاتے تھے۔³⁵

جہالت کے اثبات میں علامہ ابن عبد البر کا منہج:

ذیل میں علامہ ابن عبد البرؒ کا روایت میں جہالت کی تحقیق کے لیے منہج پیش کیا جا رہا ہے:

محدثین اور ابن عبد البرؒ کے نزدیک مجہول کی تعریف:

ابن الصلاح نے مجہول راویوں کی تین اقسام بنائی ہیں اور اس تقسیم میں جہالت کے شدید ہونے اور ہلکا ہونے کی رعایت کی گئی ہے:

قسم اول: مجہول العین اور یہ وہ ہیں جن سے فقط ایک ہی راوی نے روایت کی ہو۔

قسم ثانی: ظاہری اور باطنی طور پر عدالت کے اندر مجہول ہوں۔

قسم ثالث: باطنی طور پر عدالت میں مجہول ہوں اگرچہ وہ ظاہر میں عادل ہوں اور یہ لوگ "مستور" یعنی مخفی حالت والے کہلاتے

ہیں۔ حافظ ابن حجر نے آخری دو قسموں کے بارے میں بحث کی ہے اور کہا "پس اگر نام ذکر کر دیا جائے اور وہ ایک کے ساتھ تنہا ہو تو

مجہول العین ہے یا دو اور اس سے زیادہ کے ساتھ منفرد ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور اس کو "مستور" کہتے ہیں۔"³⁶

اور مجہول راوی کے حکم کے بارے میں فرمایا کہ:

"اس کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ اس کی توثیق اس شخص کا غیر کرے جو اس سے

منفرد ہو کہ صحیح بات یہی ہے اور اسی طرح وہ شخص جو اس سے روایت کرنے میں منفرد ہو جب کہ وہ اس کا

اہل بھی ہو"³⁷

مستور راوی کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

"ایک جماعت نے بغیر کسی قید کے اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور جمہور نے اسے رد کیا ہے۔ اور تحقیقی

بات یہی ہے کہ اس مستور وغیرہ کی روایت جس میں احتمال ہو اس پر رد و قبول کا حکم نہ لگایا جائے، بلکہ

کہا جائے کہ یہ اپنی حالت کے ظاہر ہونے تک موقوف ہے، جیسا کہ امام الحرمینؒ نے یہ بات جزم کے ساتھ

کہی ہے اور اس کے مثل ابن الصلاح کا قول ہے اس شخص کے بارے میں جس پر ایسی جرح کی گئی ہو جس کی

تشریح نہ کی گئی ہو"³⁸

ابن عبد البرؒ نے بعض مجہول اور مستور راویوں مخصوص اعتبارات کی بنا پر توثیق کی ہے اور معین شرائط کے ساتھ ان کی حدیث کو

قبول کیا ہے۔ اور لیکن مجہول اور مستور کے بارے میں آپ کی ذکر کردہ تعریف کیا ہے اور کیا ان کے کلام میں اس تقسیم کے مثل

کوئی بات وارد ہے اور دوسرے ناقدین کے اسالیب میں سے کسی کے اسلوب میں اس کے قرب و بعد کا کیا شمار اور انتہاء ہے؟ اور ابن

عبد البر نے راویوں کی ایک جماعت کو جہالت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور ان تمام راویوں میں وصف کو ذات اور حالت کے ساتھ

مقید کیے بغیر مطلق لائے ہیں، لیکن ان میں سے آپ کے بہت سے اطلاقات کا مقصد ذات کی جہالت ہے کیونکہ کچھ تراجم ایسے ہیں جن کو آپ مجہول کی تعریف کے بعد لائے ہیں جو کہ بعینہ وہی ہے جسے جمہور محدثین جہالت ذات پر بولتے ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک کے بعد جو آپ ابن عبد البرؒ نے "التہمید" میں ذکر کی ہیں فرمایا:

"یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مروی ہے اس میں جعفر بن ابی وحشیہ جن کا نام بشر ہے اس کے ساتھ منفرد ہے اور وہ ثقہ اور واسطی ہے اور رہا ابو عمیر بن انس، تو کہا گیا ہے کہ وہ انس بن مالک کے بیٹے ہیں اور ان کا نام عبد اللہ ہے اور اس کو ابو بشر کے علاوہ کسی نے بیان روایت نہیں کیا اور جو شخص اس طرح ہو پس وہ مجہول ہے اور اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی" ³⁹

"الاستغناء" میں ابو البیہ بصری کے حالات میں کہتے ہیں:

"ان سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے روایت بیان کی ہے اس کا نام اسباط ہے ابو عمر کہتے ہیں: ہر وہ شخص جس سے فقط ایک ہی راوی روایت کرے تو ان کے نزدیک مجہول ہے" ⁴⁰

اور اسی کتاب میں ابو عون بن ابو جازم کے حالات میں کہا:

"اس سے عبد اللہ بن جعفر المحرمی نے روایت کی ہے، ابو زرعہ الرازی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں اسے نہیں پہچانتا حالانکہ وہ مدنی ہے۔ ابو محمد بن ابو حاتم فرماتے ہیں: جب وہ اسے نہیں جانتے تھے تو انہوں نے اسے مجہول قرار دیا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس سے صرف ایک ہی راوی روایت کرے اور وہ اسی سے معروف ہو تو وہ محدثین کے نزدیک مجہول ہے جس سے دلیل قائم نہیں ہو سکتی" ⁴¹

"الانصاف" میں کہا ہے "بہر حال ابن عبد اللہ مغفل ان سے جہاں تک مجھے معلوم ہے ابو نعامہ قیس بن عباہ نے روایت نقل کی ہے اور ان سے چونکہ فقط ایک شخص نے روایت کی ہے پس وہ محدثین کے نزدیک مجہول ہے اور مجہول کے ساتھ دلیل قائم نہیں ہوتی۔" ⁴² اور کہا جو شخص فاطمہ کی اس حدیث کی طرف گیا ہے کہا: کہ نہان مجہول شخص ہے جس سے صرف ابن شہاب نے روایت کی ہے۔ ⁴³ اور کہا: بہر حال زید ابو عیاش، سو کچھ فقہاء کا یہ خیال ہے کہ وہ مجہول ہے معروف نہیں ہے اور اس کا ذکر صرف اسی حدیث میں آیا ہے اور اس سے صرف عبد اللہ بن یزید نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ⁴⁴ اور اس جگہ ایک دوسرا امر بھی ہے جس ابن عبد البرؒ نے جہالت کے ساتھ حکم کو جوڑا ہے اور وہ ہے "قلت حدیث"۔ اور وہ یہ ہے کہ راوی کے بارے میں ایک دو احادیث کے علاوہ کچھ منقول نہ ہو۔ فرمایا:

"اور عمار، حجاج، یحییٰ بن سبیبہ مجہول ہے کہ وہ اس کے علاوہ کو نہیں جانتے" ⁴⁵

یعنی اس حدیث کے غیر کو جسے وہ ان کے لیے لایا ہے۔ اور فرمایا "ابو نضر یہ صحابہ اور تابعین میں مجہول ہے اور ایسا مجہول ہے کہ اس خبر روایت کے علاوہ معروف نہیں ہے۔" ⁴⁶ اور نہبان مولیٰ ام سلمہ کے بارے میں فرمایا:

"یہ علم کے اٹھانے میں معروف نہیں ہے اور یہ اس حدیث اور ایک دوسری حدیث کے علاوہ کوئی معروف نہیں ہے" ⁴⁷

اور فرمایا: "مخدجی مجہول ہے اور اس حدیث کے علاوہ معروف نہیں ہے" ⁴⁸

پس کیا جہالت صرف راوی کی قلت حدیث کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے یا اس کے ساتھ امر اول کو ملایا جانا ضروری ہے اور وہ یعنی امر اولیہ ہے کہ اس سے صرف ایک راوی روایت کرے؟

جواب ابن عبد البر کے فعل سے ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ راوی صرف راوی کا قلیل الحدیث ہونا ہی اس پر جہالت کا حکم لگانے کے لیے کافی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے وہ سابقہ تہتین راوی جن کے بارے میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ وہ اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث کو نہیں جانتے ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک سے زائد راوی ہیں، چنانچہ عمار بن سعد ⁴⁹ اور یحییٰ بن ازہر ⁵⁰ ان دو کے بارے میں محدثین نے تین سے زائد رواۃ کا تذکرہ کیا ہے اور حجاج ابن شداد ⁵¹ ان کے لیے تین کا ذکر کیا ہے اور نہبان الخزومی اس کے لیے ابن حجر نے دوراویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ بات سابقہ تصریحات میں گذر چکی ہے کہ ابن عبد البر کے نزدیک مجہول وہ راوی ہے کہ جس سے فقط ایک راوی روایت کرے۔ بلکہ نیز عنقریب آئے گا کہ ایک سے زیادہ روایت کرنے کے ساتھ وہ جہالت اٹھ جاتی ہے اور معتین شرائط کے ساتھ اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے جیسا کہ ثبوت عدالت کے بارے میں آپ کا بیان گزر چکا ہے۔ تو پھر کیسے ہو گا کہ ان کے لیے ایک سے زیادہ راوی ہوں اور جہالت ان کو چھٹی رہے؟ اس کے جواب میں یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ اس بات کا ہونا ممکن ہے جسے ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے یعنی کہ ابن عبد البر کا راوی کا قلیل الحدیث یا کثیر الحدیث ہونے کا اعتبار کرنا اور نافع بن محمود الانصاری جنہیں امام ابن عبد البر نے مجہول ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ ⁵²

امام ابن حجر نے دوراویوں کا تذکرہ کیا ہے اور اسی لیے ان پر "مستور الحال" ہونے کا حکم ہو گا ہے۔ لیکن امام ذہبی فرماتے ہیں:

"کہ وہ نافع بن محمود الانصاری اس حدیث یعنی قراءت خلف الامام والی حدیث کے علاوہ معروف نہیں ہیں" ⁵³

شاید ابن عبد البر نے اس حیثیت سے اس پر مجہول ہونے کا حکم لگا دیا ہے وگرنہ تو دوراویوں کے روایت کرنے سے ابن عبد البر اور دوسرے حضرات کے نزدیک جہالت اٹھ جاتی ہے۔ اور کبھی یہ بات کہی جاتی ہے: کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ابن عبد البر کا راوی کے قلیل الحدیث کا تذکرہ کرنا ایک ثانوی امر ہو اور اس وصف جہالت کی تاکید کرنے کے لیے ہو جو ان کے نزدیک صرف ایک راوی کی روایت کے ساتھ بطور بنیاد اور اساس کے ثابت ہو جاتا ہے؟ انتہائی وہ بات جو اس مقام میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ امام ابن عبد البر

نے ان مختصر حالات میں مذکورہ شخصیات کے لیے ایک سے زیادہ روایوں پر اطلاع نہیں پائی اور بالخصوص سابقہ وجود یعنی ثبوتمتو اس احتمال کی تاکید کر رہا ہے جہاں آپ نے سعید بن سلمہ کے بارے میں یہ فرمایا:

"کہ جہاں تک میں جانتا ہوں سعید بن سلمہ سے فقط صفوان بن سلیم نے روایت بیان کی ہے باقی اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں چہر انہوں نے پایا اور ایک راوی ابو کثیر جلاح نے بھیان سے روایت کی ہے" ⁵⁴

یہ احتمال اس جیسے راوی کی حد تک تو مقبول ہے لیکن کسی راوی کے لیے تین روایوں سے زیادہ کا ہونا جیسا کہ عمار بن سعد کی حالت ہے تو اس غفلت اور بھول کا احتمال کوئی امر بعید نہیں ہے اور بالخصوص جب کہ آپ ان جیسے امور میں بہت دقت سے کام لینے والے ہیں سو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کسی راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بہر حال زید ابو عیاش اس کے بارے میں فقہاء کا خیال ہے کہ وہ مجہول ہے معروف نہیں ہے اور یہ کہ اس سے صرف عبد اللہ ابن یزید نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ایک دوسرے شخصیت نے کہا: تحقیق ان سے عمران بن ابوانس نے بھی روایت کی ہے۔" ⁵⁵

اسی طرح حجاج بن شداد جن کے بارے میں مجہول ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ ابن عبد البر نے خود ذکر کیا ہے کہ ابن لہیعہ اور یحییٰ بن ازہر نے ان سے روایت نقل کی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی زید ابو عیاش کا مجہول ہونا نہیں اٹھتا۔ اور کیسے مغیرہ بن ابو بردہ کے بارے میں شک کیا جاسکتا ہے پس آپ فرماتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ وہ مغیرہ بن ابو بردہ سعید بن سلمہ کی طرح علم کے اٹھانے میں غیر معروف ہے یعنی کوئی بڑی اور مستند شخصیت نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ مجہول نہیں ہے۔" ⁵⁶

کیونکہ امام ابن حجر نے اس کے لیے اٹھ راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ⁵⁷ اور اگر معاملہ راویوں کی تعداد پر ہی بند ہوتا تو آپ مغیرہ کے بارے میں شک نہ کرتے یعنی اقل کی بنیاد پر مغیرہ سے مجہولیت کے اٹھ جانے کی حیثیت سے۔ اور یہ بات نہ کہی جائے کہ امام ابن عبد البر کا مقصود اس جگہ حالت کا مجہول ہونا ہے نہ کہ ذات کا کیونکہ آپ نے اپنی کلام اور تعریفات میں اس کے تذکرہ کا ارادہ نہیں کیا اور اس لیے کہ آپ کی تصریحات مجہول مطلق کے بارے میں اس احتمال کی نفی کرتی ہیں۔ پس تحقیق اس شخص کا مجہول ہونا جاتا رہے گا جس کے لیے ایک یاد راوی ہوں بلکہ آپ ان میں سے بعض کے لیے عدالت کو ثابت کر دیتے ہیں اور آپ مجہول ہونا ان اشخاص کے لیے ثابت کر دیتے ہیں جن کے لیے دو اور تین سے زائد راوی ہوں جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔ جیسا کہ اس مفروضہ کی بنا پر آپ کا مقصود واضح ہونا مشکل معاملہ ہے کیونکہ کبھی ذات کی جہالت مقصود ہوتی ہے اور کبھی حالت کا مجہول ہونا مقصود ہوتا ہے۔ حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ بعض راویوں سے جہالت کا اٹھ جانا اور ان کے لیے جان پہچان کے حاصل ہونے کو ثابت کرنا یہ نیز اس احتمال کو توڑ دیتا ہے اس بنا پر جو کہ میرے نزدیک راجح ہے یعنی کہ آپ کے نزدیک مجہول ہونے کا ایک درجہ ہے۔ اور راوی کا قلیل الحدیث ہونا یہ ایسا

امر ہے جس پر بعض اہل علم نے صراحت کی ہے اور انہوں نے اس کو ایک راوی کے مجہول ہونے کی حد بندی کے مسئلہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

خطیب البغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"محدثین کے نزدیک مجہول ہر وہ شخص ہے جو فی ذاتہ طلب علم میں مشہور نہ ہو اور اہل علم اس کو جانتے ہوں اور جس کی حدیث فقط ایک راوی کی جہت سے معروف ہو"⁵⁸

جب ابن رجب راویوں کے اس مجموعہ کو جنہیں ابن مدینی نے اختیار کیا ہے لائے ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسلسل اور لگاتار نہیں ہے کیونکہ کبھی وہ کسی راوی کے بارے میں مجہول ہونے کا وصف بیان کرتے ہیں حالانکہ دور راوی اس سے روایت کر رہے ہوتے ہیں اور دوسرے کا وصف معروف ہونا بیان کرتے ہیں اور اس سے بھی دوہی راوی روایت بیان کر رہے ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جب ابن رجب اس کو لائے ہیں تو ابن مدینی کے صنیع عمل کے بعد اپنے اس قول میں لائے ہیں:

"اور ظاہر بات یہ ہے کہ اہل علم کے درمیان آدمی کا مشہور ہونا اور اس کی حدیث کی بہتات وغیرہ کو دیکھا جائے گا اور محض ایک جماعت کے اس سے روایت کرنا نہیں دیکھا جائے گا"⁵⁹

اسی طرح ابو حاتم الرازی نے اسحاق بن اسید الخراسانی کے بارے میں کہا ہے کہ:

"وہ مشہور نہیں ہے باوجود کہ ان سے اہل مصر کی ایک جماعت نے روایت بیان کی ہے۔ لیکن علماء کے درمیان ان کی حدیث مشہور نہیں ہے"⁶⁰

اس ساتھ ابن رجب کے کلام نے کچھ ان اشکالات پر دلالت کی ہے جو محدثین کے اطلاقات میں موجود ہیں مگر وہ میری نظر میں بیمار کو شفاء یاب نہیں کرتے اور یہ واضح سبب کی بنا پر ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسے راویوں کو پایا ہے جن کی روایات کم ہوں اور ان سے لینے والے بھیکم ہوں لیکن اس کے باوجود بھی وہ ثقہ قرار دے دیتے ہیں۔ اور وہ ابن عبد البر جو ہماری مراد ہیں وہ یہ ہے کہ مجہول کے بارے میں ہم ان کا اسلوب جاننا چاہ رہے ہیں "یعنی راوی اور مروی کی قلت کا مغل ہونا" جو کہ اس کی اس حالت کی توثیق کرتا ہے جیسا کہ مستور جن کی ذات یا حالت چھپی ہوئی ہو اور وحدان کے بارے میں گزر چکا ہے۔

کچھ مثالیں ہیں جن میں ابن عبد البر وغیرہ جیسے ناقدین نے کچھ اس طرح کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے:

- حرام بن سعد بن محیصہ: ابن سعد، ابن حبان، ابن عبد البر، ذہبی اور ابن حجر رحمہم اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے ابن عبد البر نے موطا میں ابن شہاب کی ان سے روایت کی دو احادیث ذکر کی ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں "یہ مجہول ہے اس سے صرف زہری نے روایت بیان کی ہے اور ہم زہری کی اس سے اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں جانتے اور ابن سعد اور ابن عبد البر نے فرمایا ہے: کہ یہ قلیل الروایہ ہے۔"⁶¹

• حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف: عیسیٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے ان کی تصحیح کی ہے یعنی ان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن عبد البر نے ان کو علم میں مشہور لوگوں کی ایک جماعت کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں: کہ یہ حکیم بن حکیم بن عباد قلیل الحدیث راوی ہیں اور محدثین ان کی بیان کردہ حدیث سے استدلال نہیں کرتے۔ اور ابن القطان کہتے ہیں: اس کی عدالت معروف نہیں ہے۔ امام ذہبی نے ان کی حدیث جو حسن قرار دیا ہے اور ابن حجر کہتے ہیں: یہ صدوق ہیں۔ اور محدثین نے ان کے پانچ راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔⁶²

• داؤد بن خالد بن دینار: عیسیٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابن عدی کہتے ہیں: مجھے امید ہے کہ انکی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: مجہول ہے ہم اس کو نہیں جانتے۔ ابن عبد البر نے ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور ابن حجر فرماتے ہیں: یہ صدوق ہیں ان کی ایک حدیث اور تین راوی ہیں۔⁶³

• سعد بن عبید ابو عبید: ناقدرین کی ایک جماعت نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے جن میں ابن عبد البر بھی ہیں ابن سعد کہتے ہیں ان کی کچھ احادیث ہیں اور مزئی نے ان کے دوراوی ذکر کیے ہیں۔⁶⁴

• عبد اللہ بن فروخ القرشی التیمی: ابن عبد البر کہتے ہیں: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقافت میں ذکر کیا ہے۔ ذہبی اور ابن حجر نے صدوق کہا ہے۔ امام ذہبی کے قول کے مطابق نسائی کے نزدیک کتب میں ان کی فقہانیک حدیث ہے۔ اور ان سے صرف دو لوگوں نے روایت کی ہے۔⁶⁵

مقبول کی صفات کا بیان:

ابن عبد البر فرماتے ہیں:

"الذی اجتمع علیہ امرۃ الحدیث والفقہ فی حال الحدیث الذی یقبل نقلہ ویحتج بحدیثہ ویجعل سزۃ و حکمان فی دین اللہ ہو"
"کہ جس بات پر محدثین و فقہاء کا اتفاق ہے اس محدث کی حالت کے بارے میں جس کی روایت قبول کی جاتی ہے اور اس کی حدیث سے دلیل پکڑی جاتی ہے اور اسے سنت اور اللہ کے دین کے معاملے میں فیصلہ قرار دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں"

1. اگر وہ اپنے حفظ کی بنا پر روایت کر رہا ہے تو حافظ ہو۔
2. کہ وہ انتقال معانی و مفاہیم کو جاننے والا ہو۔
3. اپنی لکھی ہوئی تحریر کو ضبط رکھنے والا ہو اگر وہ کتاب سے بیان کرے، بات کو اس کی صحیح توجیہ تک پہنچا دے۔
4. بیدار مغز اور چست ہو غافل نہ ہو۔

5. اور وہ سب مستحب جانتے ہیں کہ وہ حدیث کو اس کے الفاظ سے ادا کرے کیونکہ یہ طریقہ اس کے لیے زیادہ محفوظ اور سلامتی والا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ اہل علم و معرفت میں سے ہے تو اس کے لیے حدیث کو مفہوم اور معنی کے اعتبار سے بیان کرنا صحیح ہے اور اگر اس طرح نہیں ہے اور تو اس کے لیے حدیث کی روایت معنی کے اعتبار سے بیان کرنا درست نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ ایک حلال امر کو حرام کی طرف منتقل کر دے۔ ان مذکورہ شرائط کے ساتھ جو ہم نے بیان کی ہیں وہ اس بات کا بھی محتاج ہے:

کہ اپنے دین کے معاملہ میں ثقہ ہو، عادل اور لوگوں کے ہاں مقبول اور پسندیدہ گواہی والا ہو۔ جب وہ ان مذکورہ صفات کا مالک ہو اور تالیس سے محفوظ ہو تو پھر وہ جو نقل کرے اور دین کے معاملہ میں جن آثار کا حامل ہو ان میں وہ حجت ہے۔ فرمایا: کبھی محدث عادل و مقبول گواہی والا ہوتا ہے فرمایا: کبھی محدث عادل اور مقبول گواہی والا ہوتا ہے لیکن وہ اس معنی و مفہوم کو نہیں جانتا جس کا وہ حامل ہوتا ہے تو پھر اس کی نقل کر دہ بات قابل احتجاج نہیں۔⁶⁶ مزید فرمایا: اور عادل راوی کی خبر میں شرط اس بنا پر جو ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہے کہ وہ اپنی مثل سے سماع اور اتصال کے ساتھ روایت بیان کرے یہاں تک کہ وہ بات نبی کریم ﷺ تک جا ملے۔⁶⁷

ابن عبد البر اور تالیس کے سبب جرح کا منہج:

تالیس کے بارے میں جن محدثین علماء نے اس کی اجازت دی ہے ان کے قبول کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کسی ایسے شیخ سے حدیث بیان کرے جس سے اس کی ملاقات ہوئی ہے، اور اس نے اس سے ایسی چیز کا سماع کیا ہے جو اس نے اس سے نہیں سنی بلکہ وہ بات اس نے کسی اور سے سنی ہے اور اسے اس بات کے اسی شیخ سے سننے کا وہ ہم ہو۔ اور یہ فقط ثقہ سے ہی ہو سکتا ہے اور اگر اس نے کسی غیر ثقہ سے تالیس کی تو یہ تالیس محدثین کی جماعت کے نزدیک مذموم ہے۔ اور اس طرح ہے اگر اس نے کسی ایسے شخص سے تالیس کی جس سے اس سے سماع نہیں کیا تو تحقیق اس نے تالیس کی اس حد سے تجاوز کیا جس کی ان اہل علم سے رخصت دی ہے جو اس پر تکبیر کرتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں اس کو قابل تعریف نہیں ٹھہراتے۔⁶⁸ امام ابن عبد البر کے نزدیک کون عادل ہے؟

اس سلسلہ میں فرمایا کہ ہر حامل علم جو اس کے ساتھ لگاؤ اور دلچسپی میں معروف ہو پس وہ عادل ہے اور اس کا معاملہ ہمیشہ عدالت پر ہی محمول رہے گا یہاں تک کہ اس کی حالت کے بارے میں اس پر جرح واضح ہو جائے یا اس کی اغلاط کا کثیر ہونا واضح ہو جائے بوجہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے: "یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله"⁶⁹

کہ اس علم دین علم کے حامل ہر ناخلف کے بعد ان کے عادل لوگ ہوں گے۔

خلاصہ بحث:

علامہ ابن عبد البر کا طرز تحقیق اور اسلوب استدلال متمسک بالکتاب والسنۃ اور اتباع دلیل ہی ہے، کتاب و سنت، اجماع و قیاس صحیح کے مقابلے میں کسی کے اجتہاد کو قبول نہیں کرتے، چاہے جتنا بڑا عالم دین کیوں نہ ہو، اور جس مرضی مسلک و مذہب سے تعلق رکھتا ہو، ہاں البتہ مرجوح اقوال کی تردید میں ان کا اسلوب خالص عالمانہ اور منصفانہ ہے، شاذ قسم کی آراء کو چھوڑ کر ہر قول کی مناسب توجیہ

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابن حزم اور ابن عبد البر دونوں تقریباً ایک ہی علاقے اور زمانے کی دو عبقری شخصیات ہیں، لیکن دونوں کے طرز استدلال اور اسلوب تحقیق و تنقید میں بہت فرق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عبد البر کے نزدیک عدالت قبول روایت کے سلسلہ میں بنیادی امر ہے۔ اور ضبط بھی راوی سے قبول روایت میں بہت اہم ہے کہ دونوں امور ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ اور جرح یا کسی اور عیب کا نہ پایا جانا راوی کی عدالت کو ثابت نہیں کرتا ہے اور حفظ کے سلسلہ میں صنف بھی ضروری ہے اس بارے میں ابن عبد البر مکمل طور پر ایسے شخص کی روایت کو ساقط نہیں کرتے ہیں بلکہ ایسے شخص سے حدیث لینے کے سلسلہ میں حسب ضرورت اجتہاد پر انقاد کرتے ہیں۔

¹ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب جلبي القسطنطینی المشہور باسم الحاج، كشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبہ المثنیٰ، بغداد 1941ء، 1، 582

² الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، دار الفکر، بیروت، 1312ھ، ج 18، ص 153

³ ابن بکوال، الصلوة، ج 2، ص 642

⁴ الضبی، احمد بن یحییٰ، بغیة الملتس، دار لکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1997ء، ص 289

⁵ ایضاً

⁶ الجامع، ج 2، ص 162

⁷ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 2، ص 33-34

⁸ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 2، ص 34

⁹ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 20، ص 183

ایضاً، ج 20، ص 183

¹⁰ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، الاستغناء فی معرفة المشہورین من حملة العلم باکنفی، دار ابن تیمیہ للنشر والتوزیع والاعلام، ریاض، سعودی عرب، الطبعة الاولى: 1405ھ - 1985ء، ج 1، ص 452-455

¹¹ قاعدة فی الجرح والتعدیل، ص 24

¹² المیزان، ج 4، ص 343

¹³ التهذیب، ج 4، ص 288

¹⁴ الجامع، ج 2، ص 152

¹⁵ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 30، ص 243

¹⁶ الملحق رقم ص 135

¹⁷ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 2، ص 102

- 18 فتح المغیث، ج 1، ص 337
- 19 ابن حزم، المحلی، ج 1، ص 143
- 20 شرح علل ابن رجب، ص 120
- 21 ایضاً: ص 246
- 22 شرح علل ابن رجب، ص 120
- 23 المدخل الی معرفۃ الصحیحین، ج 1، ص 28
- 24 الموطأ، ص 67-68
- 25 ایضاً: ص 81
- 26 التہذیب، ج 3، ص 88
- 27 فتح المغیث، ج 1، ص 368
- 28 الاستغناء، ج 1، ص 386-387
- 29 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 1، ص 28
- 30 مقدمہ ابن صلاح، ص 218
- 31 ابن حبان و منہج، ج 3، ص 939
- 32 فتح المغیث، ج 1، ص 290
- 33 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لما فی الموطأ من المعانی والمسانید، ج 6، ص 63
- 34 ایضاً
- 35 ایضاً

- ³⁶ ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن الشهرزوری، ابو عمرو، معرفۃ انواع علم الحدیث، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص 223-224
- ³⁷ شرح النخبۃ 100
- ³⁸ شرح النخبۃ 101
- ³⁹ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہدید لما فی الموطا من المعانی والمسانید، وزارة عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیة، المغرب، ج 14، ص 360
- ⁴⁰ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی، دار ابن تیمیہ للنشر والتوزیع والاعلام، ریاض، سعودی عرب، الطبعة الاولى: 1405ھ - 1985ء، ج 2، ص 1013
- ⁴¹ ایضاً، ج 3، ص 1446
- ⁴² ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، الانصاف فیما بین المسلمین فی قراءة بسم اللہ الرحمن الرحیم فی فاتحة الكتاب، اضواء السلف، سعودی عرب، الطبعة الاولى: 1417ھ - 1997ء، ص 166
- ⁴³ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہدید لما فی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 155
- ⁴⁴ ایضاً، ج 19، ص 173
- ⁴⁵ ایضاً، ج 5، ص 223-224
- ⁴⁶ ایضاً، ج 13، ص 87
- ⁴⁷ ایضاً، ج 16، ص 236-237
- ⁴⁸ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہدید لما فی الموطا من المعانی والمسانید، ج 8، ص 86
- ⁴⁹ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، ابو الفضل شہاب الدین، تہذیب التہذیب، مجلس دائرة المعارف النظامیة، حیدرآباد دکن، ہند، الطبعة الاولى، ج 7، ص 401-402
- ⁵⁰ ایضاً، ج 11، ص 176
- ⁵¹ ایضاً، ج 2، ص 202

- ⁵² ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 11، ص 46
- ⁵³ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 577
- ⁵⁴ ایضاً، ج 16، ص 217
- ⁵⁵ ایضاً، ج 19، ص 172-173
- ⁵⁶ ایضاً، ج 16، ص 218
- ⁵⁷ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، ابوالفضل شہاب الدین، تہذیب التہذیب، ج 10، ص 256
- ⁵⁸ خطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد، الکفاہ فی علم الروایۃ، المکتبۃ العلمیہ، مدینہ منورہ، ص 88
- ⁵⁹ شرح علل الترمذی، ص 107-108
- ⁶⁰ ایضاً
- ⁶¹ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 92
- ⁶² ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 108
- ⁶³ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 135
- ⁶⁴ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، ابو عمر، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 19، ص 174
- ⁶⁵ ایضاً: 337
- ⁶⁶ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 1، ص 28
- ⁶⁷ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 1، ص 29
- ⁶⁸ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 1، ص 30
- ⁶⁹ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، التہبید لمانی الموطا من المعانی والمسانید، ج 1، ص 28